تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر: 4

اگست: 2014ء

شمارہ: 8

ایڈیٹر: مقصود الحق

نائب ایڈیٹر: آصف علی پرویز، رانا عبدالرزاق خاں

مینیجر: سید نصیر احمد

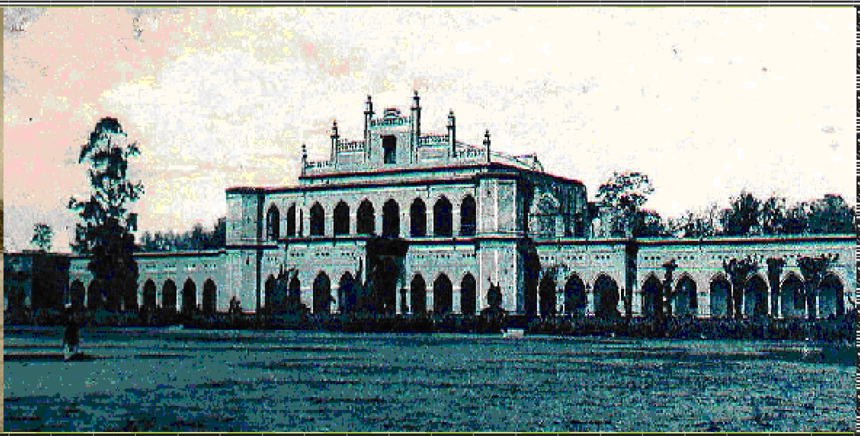

Taleem-Ul-Islam College
Old Students
Association - U.K

53, Melrose Road,
London, SW18 1LX.
Ph. : 020 8877 5510
Fax: 020 8877 9987
e-mail:
ticassociation@gmail.com

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

قال اللہ تعالیٰ

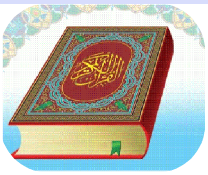

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ: اور اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں پر محیط ہے۔ وہ متقیوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ (آلِ عمران آیت ۱۳۴)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور انہیں ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے۔ جب وہ ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پروں سے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے اس سایہ برکت سے معمور ہو جاتی ہے۔ جب لوگ اس مجلس سے اُٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے)۔ کہاں سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح کر رہے تھے، تیری بڑائی بیان کر رہے تھے، تیری عبادت میں مصروف تھے اور تیری حمد میں رطب اللسان تھے اور تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے میرے رب انہوں نے تیری جنت دیکھی تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ان کی کیا کیفیت ہوگی اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیں۔ پھر فرشتے کہتے ہیں وہ تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے کہ وہ کس چیز سے میری پناہ چاہتے ہیں؟ فرشتے اس پر کہتے ہیں تیری آگ سے وہ پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُن کا کیا حال ہوتا اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیں؟ پھر فرشتے کہتے ہیں وہ تیری بخشش طلب کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو اُنہوں نے مجھ سے مانگا۔ میں نے اُن کو پناہ دی جس سے اُنہوں نے میری پناہ طلب کی۔ فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے رب ان میں فلاں غلط کار شخص بھی تھا۔ وہ ان کو ذکر کرتے ہوئے دیکھ کر تماش بین کے طور پر ان میں بیٹھ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بد بخت نہیں رہتا۔ (مسلم کتاب الذکر باب فضل مجالس الذکر)

کلام الامام

تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آ جائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کیلئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کیلئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ (آسمانی فیصلہ - روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحہ 351)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جلسہ سالانہ اور ہماری ذمہ داریاں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے

”جلسہ کے ایام بالخصوص ذکر الٰہی اور درود پڑھتے ہوئے گزاریں اور التزام کے ساتھ نمازوں کی پابندی کریں۔ اب اتنی دور سے مہمان تشریف لائے ہیں تو اگر نماز بھی نہ پڑھیں اور ان کی پابندی نہ کی تو پھر فائدہ کوئی نہیں ہوگا۔ اسی طرح انتظامیہ کیلئے یہ ہے کہ لنگر خانہ میں یا ایسی ڈیوٹیاں جہاں سے ہلنا ان کیلئے مشکل ہے وہاں نماز کی ادائیگی کا انتظام ہونا چاہئے اور ان کے افسران کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں۔

انگلستان کے احمدیوں کو چاہئے کہ ذوق وشوق کے ساتھ اس جلسہ میں شریک ہوں۔ یہ آپ کا جلسہ سالانہ ہے۔ بغیر کسی عذر کے کوئی غیر حاضر نہ رہے۔ بعض لوگ تین دن کی بجائے صرف دو دن یا ایک دن کیلئے آ جاتے ہیں اور ان کے آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جلسہ کی برکات کے حصول کی بجائے میل ملاقات ہو۔ حالانکہ جلسہ کی برکات کو اگر مدنظر رکھا جائے تو تین دن حاضر رہنا ضروری ہے۔ جس حد تک ممکن ہو جلسہ کی تقاریر اور باقی پروگرام پوری توجہ اور خاموشی سے سنیں اور وقت کی قدر کرتے ہوئے کسی بھی صورت اسے ضائع نہ کریں۔

پھر یہ ہے کہ نماز کے دوران بعض اوقات بچے رونے لگ جاتے ہیں جس سے بعض لوگوں کی نماز میں بہرحال توجہ بٹتی ہے، خراب ہوتی ہے جو نماز کا تعلق تھا وہ جاتا رہتا ہے۔ تو اس صورت میں والدین کو چاہئے اگر والد کے پاس بچہ ہے یا والدہ کے پاس بچہ ہے تو وہ اس کو باہر لے جائیں۔ یہ بہتر ہے کہ اس اکیلے کی نماز خراب ہو، بجائے اس کے کہ پورے ماحول میں بچے کے شور کی وجہ سے، رونے کی وجہ سے نمازیوں کی نماز خراب ہو رہی ہو۔ نیز اگر چھوٹی عمر کے بچے ہیں، باپوں کے پاس ہیں تو باپ، پہلی صفوں میں بیٹھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ پیچھے جا کر بیٹھیں تا کہ اگر ضرورت پڑے تو نکلنا بھی آسان ہو۔

(خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 194)

ایک ضروری اطلاع

جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے دن مورخہ 30 اگست 2014 (بروز ہفتہ) برطانیہ اور دیگر بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے سابق طلبائے تعلیم الاسلام کالج کی ایک دلچسپ اور پر لطف مجلس منعقد ہوگی۔ اس مجلس میں کالج کے سابق اساتذہ کرام بھی شامل ہوں گے۔ اس Get together میں ضرور تشریف لائیں اور دوپہر کے کھانے میں بھی شامل ہوں۔ کاروائی نماز ظہر کے معاً بعد دفتر افسر جلسہ سالانہ کی مارکی میں شروع ہو جائے گی۔ دیگر سابق طلبہ کو بھی مطلع فرمادیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

(منیر احمد فرخ)

میٹرک کے بعد داخلہ ملا اور حضرت پرنسپل صاحب کو پہلی نظر دیکھا تو یہ احساس دل میں گھر کر گیا کہ یہ وجود بھی اُن نوروں میں سے ایک ہے جو خدا تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہیں۔ انتہائی مقدس چہرہ، گفتگو میں ٹھہراؤ کہ ہر بات واضح ہو جائے اور سننے والے کو کوئی ابہام نہ رہے۔ ملنے والوں کی صلاحیت کو پہچان کر اسی لہجے میں ان سے گفتگو کرتے۔ جس قسم کا موضوع ہوتا اسی طرز پر اس کو بیان کرتے۔ انتہائی رعب دار شخصیت جس میں شفقت اور اُنسیت جھلکتی تھی۔ اپنے ہمعصروں میں خواہ وہ جماعتی عہدیدار ہوں یا دیگر تعلیمی اداروں کے سربراہ یا قومی اور بین الاقوامی شخصیات، آپ ان میں نمایاں نظر آتے۔ صرف دیکھنے ہی میں نہیں گفتگو میں بھی۔ میری غریبانہ رائے کی کیا وقعت پر یہی دیکھا گیا کہ آپ کو اپنے تئیں نمایاں کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہ آئی۔ آپ کا بابرکت وجود اور پُرحکمت گفتگو لوگوں کو مجبور کرتی کہ وہ آپ کی اس حیثیت کو اپنے اوپر وارد کریں۔

آپ نے کالج کو تراش کر ایسے گہوارۂ علم کی بنیاد رکھی جس کے معمار بھی آپ تھے، زیب و زینت کی ہنرمندی بھی آپ ہی کے نام لکھی گئی اور ضابطۂ اخلاق کے راستے ہموار کر کے اس کے دروازے ہر خاص و عام کے لئے کھول دیئے۔ یہ جہان دانش خطے کی مثالی درسگاہ بن گئی جہاں طبقاتی تقسیم کو ختم کرنے کے لئے آپ نے طلباء کے لئے ایک ایسا لباس متعارف کرایا جو کم قیمت تو تھا ہی مگر تعلیمی اور مذہبی اقدار کی نمائندگی بھی کرتا تھا۔ اساتذہ کا مقام روحانی باپ کا سا تھا کہ یہ جنس گراں مایہ یہاں اسی ترازو میں تُلتی تھی۔ جب کبھی اپنے کالج کو ملک کے دوسرے تعلیمی اداروں کے روبرو کیا تو ہمیشہ ایک ہی جواب سامنے آیا کہ کسی کے پاس ایسا پرنسپل ہو تو سامنے لائے۔

آپؒ کی رہائش کالج کی چار دیواری کے اندر واقع تھی۔ جونہی آپ کا قدم مبارک رہائشگاہ سے باہر نکلتا طلباء آپ کی محبت و احترام میں اپنے آپ کو یوں چھپا لیتے جیسے چھوٹے بچے توجہ چاہنے کے لئے اپنے والدین کی آمد پر گھر کے کونوں میں چھپ جاتے ہیں۔ طلباء کی ان اداؤں سے آپ بخوبی واقف تھے کہ وہ کہاں کہاں آپ کے منتظر ہوں گے۔ ان سے ملنے کے لئے ان جگہوں پر جاتے۔ آپ کو اپنے درمیان پاکر لڑکے خوشی سے کھل اٹھتے اور ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ وہ آپؒ سے بات کرنے کا شرف حاصل کرے۔

☆ایک صبح مَیں لائبریری کے کونہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ محوِ گفتگو تھا کہ حضرت پرنسپل صاحب وہاں سے ہمیں دیکھ کر خاموشی سے گزر گئے۔ مگر دفتر پہنچ کر اس عاجز کو بلایا۔ مَیں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا تو جواب کے بعد فرمایا کیا باتیں ہو رہی تھیں؟ جواب میں میری گزارش کو آپ نے سچ گردانا اور فرمایا کہ آجکل پنجاب کے کالجوں میں ہڑتال اور کلاسوں کے بائیکاٹ کی وبا پھیلی ہوئی ہے مگر ہماری تعلیم اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ایسے کسی کام میں حصہ لیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ ہمارے کالج میں اشارۃً بھی کسی ایسے عمل کا ذکر تک نہ ہو۔ اگر تمہارے علم میں ایسی کوئی اطلاع آئے تو فوراً مجھے خبر کرنا۔

☆کشتی رانی ہمارے کالج کا مقبول ترین کھیل تھا۔ آپؒ کی خصوصی توجہ اسے حاصل تھی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کالج میں دوسری کھیلیں قابل توجہ نہ تھیں۔ آپؒ کو یقین تھا اور کئی مرتبہ اس کا برملا اظہار بھی کیا کہ کھیلیں صحت مند جسم کے لئے ازبس ضروری ہیں کیونکہ ایک اچھا دماغ صحت مند جسم کے بغیر نشوونما نہیں پاسکتا۔ نومبر دسمبر کی سخت سردی میں کشتی رانی کی مشقیں سحری سے پہلے شروع ہوتیں پھر عصر کے بعد دوبارہ یہ مشقت طلب ورزش کی جاتی۔ آپ پوری طرح آگاہ تھے کہ ایسی جانفشانی اضافی خوراک کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے آپ کی ذاتی نگرانی میں انواع واقسام کی نعمتیں ہمیں ملتیں۔ یہ عاجز کشتی رانی کی ٹیم کا کپتان بھی رہا۔ ایک سال ٹریننگ کے دوران یہ عاجز اچانک بیمار ہو گیا۔ آپؒ نے کمال شفقت سے محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو ٹیلیفون پر میری حالت سے آگاہ کیا اور پھر مجھے ہسپتال بھیجا۔ جہاں علاج کی تمام سہولتیں میسر آگئیں اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ بہت جلد صحت یاب ہو کر واپس ٹیم میں شامل ہو گیا۔

لاہور میں چیمپئن شپ کے سالانہ مقابلے منعقد ہوتے۔ آپؒ ہمیشہ ہی اپنی ٹیم کا حوصلہ بڑھانے کے لئے لاہور آنا کبھی نہ بھولتے۔ پھر جیت کی خوشی میں تمام طلباء آپؒ کے گرد گھیرا ڈال کر چھٹی چھٹی کے نعرے مارتے۔ حدادب ہمیشہ ملحوظ رہتا۔ بالآخر ایک انگلی اٹھتی کہ اتنی ہی گنجائش ہے اور وہ نظارہ تو خوشی کو دوبالا کر دیتا جب آپ دائیں ہاتھ کی دو انگلی V کی شکل میں اٹھا کر اشارہ کرتے تو ہر دُور بین آنکھ سمجھ جاتی کہ چھٹی دو دن کی ہے۔ کشتی رانی کا مقابلہ چونکہ لاہور میں ہوتا اس لئے چھٹی کا فیصلہ بھی اسی زمین پر ہو جاتا۔ دوسرے کالجوں کے اساتذہ ہمارے کالج کو عجوبہ سمجھتے جب وہ اپنے پیمانوں سے ان رشتوں کو ناپتے جو آپؒ اور طلباء کے درمیان قائم تھا۔ یہ انوکھا پیار ان کے ذہنوں کو عجیب سرور سے آشنا کرتا۔ دیگر کالجوں کے طلباء برملا کہتے ہم نے تو کبھی اپنے مطالبات اس طرح پیش نہیں کئے۔ ہم تو جبر سے اپنے مطالبات پیش کرتے ہیں اور رعب ڈال کر انہیں منواتے ہیں۔

1962-63ء میں کھیلوں کے حوالے سے کالج میں انقلابی تبدیلیاں آئیں جب کشتی رانی کی جگہ باسکٹ بال نے لے لی۔ پھر اس ٹیم کے جوہر بھی کھل کر سامنے آئے جب ہمارے اکثر کھلاڑیوں نے ملکی سطح پر نام پیدا کیا۔ ملک کی نامور ٹیمیں ربوہ آنے پر فخر محسوس کرتیں۔ آپؒ کی سرپرستی میں آل پاکستان سالانہ باسکٹ بال ٹورنامنٹ باقاعدگی سے منعقد ہونے لگا۔

اُنہی دنوں ہندوستان کی ٹیم پاکستان آئی اور اسے ربوہ میں بھی میچ کھیلنے کے لئے منظوری مل گئی۔ اس پر آپؒ نے مجھے دفتر بلایا اور فرمایا کہ تم کالج کے سفیر بن کر اس میچ کے لئے مہمان خصوصی کو دعوت دے کر آؤ۔ محترم کمشنر صاحب سرگودھا ڈویژن کے پاس جاؤ، مَیں نے ان کے نام تعارفی خط لکھ دیا ہے۔ (بصیرت اور دوراندیشی تو آپ کی میراث تھی چنانچہ فرمایا) وہ اگر کسی وجہ سے نہ مل سکیں یا کوئی مصروفیت ان کے آڑے آئے تو دوسرا تعارفی خط DIG کے نام ہے۔ اس سفارتکاری کے اخراجات کے لئے دعوت ناموں کے ساتھ تیسرا لفافہ بھی ہے، اس میں تمہارے خرچ کے لئے رقم ہے۔

چنانچہ مَیں حضورؒ کی دعاؤں کے سائے میں ایک دوست کے ہمراہ روانہ ہوا۔ اخراجات کی رقم کھول کر دیکھی تو حیرانی سے کبھی اس رقم کو اور کبھی اپنے آپ کو دیکھتا کہ اتنی ساری دولت کا کیا کروں گا جو 25 روپے پر مشتمل تھی۔ ہم عام لباس پہنے ہوئے کالج کے غریب الدیار طلباء تھے مگر کمشنر صاحب کے دفتر میں ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ وہ چھٹی پر ہونے کی وجہ سے ہمیں

نہ مل سکے۔DIG صاحب کے دفتر پہنچتے پہنچتے چھٹی ہو چکی تھی اس لئے ان کو گھر پر جا ملے۔ بہت عزت سے انہوں نے استقبال کیا۔مہمان نوازی کی اور بہت خوشی سے ہماری دعوت قبول کی اور باہر تک چھوڑنے آئے۔

واپس ربوہ آکر آپؒ کے گھر جا کر رپورٹ دی۔آپؒ بہت خوش ہوئے۔تمام اخراجات کا تخمینہ باوجود تمام فضول خرچی کے شاید ایک روپیہ پچاس پیسے بنا۔آپ کی خدمت میں بقایا رقم واپس کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو فرمایا گو بہت کم ہیں مگر یہ تمہارا انعام ہے۔

☆میری تعلیم قریب قریب اختتام پذیر تھی،سالانہ امتحانات کا آخری پرچہ تھا کہ حضورؒ نے اپنے دفتر طلب کیا اور پوچھا: اب کیا ارادہ ہے؟ عرض کی نتائج کے اعلان تک فارغ ہوں۔فرمایا تمہیں پتہ ہے کالج کی مسجد ابھی تک تعمیر نہیں ہوئی، تم اس سلسلہ میں کیا کر سکتے ہو؟ عرض کی جب تک فارغ ہوں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ یہ سن کر آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور بتایا کہ آپ کو دفتر، متعلقہ سٹیشنری اور ایک مددگار کارکن مہیا کر دیتے ہیں، کل سے کام شروع کر دو۔ ایک کاغذ مجھے دیا جس پر کالج کے پرانے طلباء کو تحریک کی گئی تھی کہ جس طرح آکسفورڈ یونیورسٹی میں Balial کالج کے پرانے طلباء نے اپنے کالج کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک عظیم ہال تعمیر کر دیا تھا۔اسی طرح آپ بھی آگے آئیں تو کالج کی تعمیر مسجد کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ یہ خط مجھے دے کر فرمایا کہ اس مضمون کو مجوزہ پیڈ پر خوش خط نقل کر کے آپ کے دستخطوں سے ان تمام پرانے طلباء کو بھجواؤں۔ یہ کام پوری لگن اور دلجمعی سے خالص آپ کی نگرانی میں تقریباً دو ماہ جاری رہا۔قریباً ایک ہزار طلباء کو یہ خطوط ارسال کئے گئے اور اکثریت نے اس کام میں دل کھول کر حصہ لیا۔کام تقریباً ختم ہو چکا تھا کہ میرا انتخاب بطور کمیشنڈ آفیسر پاکستان آرمی میں ہو گیا اور مَیں آپ کی اجازت سے کاکول روانہ ہو گیا۔آپ نے اس کام کے لئے انتہائی معقول رقم بطور تنخواہ مقرر کی مگر میری درخواست پر کہ مَیں یہ کام بطور ثواب، اعزازی طور پر انجام دوں گا۔آپؒ نے درخواست قبول فرمائی اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

☆آپؒ پولیٹیکل سائنس کا مضمون بذات خود پڑھاتے بھی تھے۔تدریس کا یہ سلسلہ سب کے لئے نہیں تھا مگر جب آپ کی مصروفیت آپ کو اجازت دیتی تو آپ اس خوش قسمت کلاس کی ذمہ داری اپنے سر لے کر اس مضمون کی مکمل تیاری کرواتے، نوٹس لکھواتے جو آپ نے آکسفورڈ میں زمانہ طالب علمی میں وہاں تیار کئے تھے۔چنانچہ خوش قسمتی سے ہماری کلاس بھی دو سال تک آپ سے یہ فیض پاتی رہی۔

☆محترم کرامت حسین جعفری صاحب (پرنسپل گورنمنٹ کالج فیصل آباد) ماہر تعلیم اور فلسفہ و نفسیات پر بہت سی کتب کے مصنف بھی تھے۔اُن کی کچھ کتب بی اے کی کلاسز میں بطور نصاب بھی شامل تھیں۔حضرت پرنسپل صاحبؒ نے اس عاجز کو بھیجا کہ انہیں اپنے کالج میں لیکچر کے لئے مدعو کروں۔ چنانچہ یہ عاجز جب اُن کے دفتر میں پہنچا تو اچانک اُس کالج کے دو اساتذہ لڑتے جھگڑتے پرنسپل کے دفتر میں داخل ہوئے۔اس ماحول کو دیکھ کر اپنا کالج بہت یاد آیا جہاں ایسی حالتوں کا تصور بھی نہیں تھا۔بہر حال جعفری صاحب نے اُن دونوں کا جھگڑا ختم کروا دیا۔وہاں سے واپس آکر مَیں نے رپورٹ پیش کی اور آپؒ کو مذکورہ جھگڑے کی خبر سے بھی اطلاع کی۔اس پر آپؒ نے فرمایا کہ ہماری زندگی اور ہماری درسگاہ بھی ایسی ہی ہوتی اگر حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں زندہ نہ کر دیا ہوتا۔

(الفضل انٹرنیشنل 23 مئی 2014ء)

آؤ اُس سے ملیں

جس کو ملنے سے روح جگمگانے لگے
دل دھڑکنے لگے گنگنانے لگے
چشمِ ویران پھر جھلملانے لگے
اپنے ہاتھوں سے خوشبو سی آنے لگے

آؤ اُس سے ملیں

جس کے لہجے میں لذت ہے ایمان کی
جسکی باتوں میں خوشبو ہے آذان کی
جس کا ہر پل ثناء ربِ رحمان کی
جس کا ہر بول تفسیر قرآن کی

آؤ اُس سے ملیں

جو کہے بس جیو تو خدا کے لئے
ہر عمل ہو خدا کی رضا کے لئے
سید الانبیاء مصطفیٰؐ کے لئے
وقف ہو جائیں سارے دعا کے لئے

آؤ اُس سے ملیں

جس کا دستِ دعا ایک اعجاز ہے
اب زمیں پہ خدا کی جو آواز ہے
جس کا دھیما سا اپنا ہی انداز ہے
جسکو ملنا سعادت ہے اعزاز ہے

آؤ اُس سے ملیں

جس کی نسبت سے ہم معتبر ہوگئے
ہم سے پتھر بھی لعل و گہر ہو گئے
بے ہنر، باسخن، باہنر ہوگئے
کتنے اُجڑے ہوئے باثمر ہوگئے

آؤ اُس سے ملیں

گو کہ عاشق ہزاروں کھڑے ہیں اُدھر
چشمِ تر ہم بھی جائیں گے اُس راہگزر
ہم خطا کار ہیں جانتے ہیں مگر
اُس کی پڑ جائے ہم پہ بھی شاید نظر

آؤ اُس سے ملیں

(مبارک صدیقی)

مکرم زرتشت منیر احمد صاحب کے ساتھ ایک شام

6 اگست 2014ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سابق طالب علم مکرم زرتشت منیر احمد صاحب (امیر جماعت احمدیہ ناروے) کے ساتھ ایک نشست کا اہتمام کیا گیا جو بیت الفتوح کے کانفرنس

ہال میں منعقد ہوئی۔ مکرم مبارک احمد صدیقی صاحب صدر ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے موصوف کو خوش آمدید کہا اور ان کا تعارف کروایا۔ محترم زرتشت منیر احمد صاحب نے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا میں بات

کروں گا تعلیم الاسلام کالج کی۔ ہم پر احسان ہے اس ادارے کا، کہ جو بہت سی اچھی باتیں سیکھیں وہ اسی مادرِ علمی سے سیکھیں۔ اس درسگاہ میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی اور اخلاقی تربیت کا بھی بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا یہ کالج دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا ایک بہترین ادارہ تھا اور اساتذہ کرام ہر ہر موقع پر اور ہر ہر قدم پر طلباء کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت توجہ دیا کرتے تھے اور طلباء بھی اساتذہ کی دل و جان سے عزت کرتے تھے۔

وقت کی پابندی سکھانے کے لئے پیریڈ شروع ہونے کے بعد اگر کوئی طالب علم تاخیر سے آتا تو اُسے اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی۔ پروفیسر صاحبزادہ مرزا خورشید احمد کی انگلش بہت اچھی تھی۔ بول چال میں چھوٹی چھوٹی غلطیوں کی فوری اصلاح کیا کرتے تھے۔ اساتذہ والدین کی طرح پیار دیتے

تھے۔ میں بعض مضامین میں کمزور تھا، مکرم چوہدری محمد علی صاحب نے مجھے اپنے گھر بلا کر بغیر کسی فیس کے پڑھایا۔ یہ اُس وقت کے اساتذہ کی عظمت تھی۔ پرنسپل صاحب ہر طالب علم کے بارے میں علم رکھتے تھے۔ ایک بار مجھے گلے میں تکلیف تھی، دو دن کالج نہ جا سکا تو پرنسپل صاحب نے مجھ سے نہ آنے کا سبب پوچھا۔ میں نے بتایا تو ہدایت فرمائی کہ پانی میں ڈسپرین ملا کو پیو، جس سے میرا گلا ٹھیک ہو گیا۔ ہم سے غلطیاں بھی ہو جاتی تھیں مجھے کہا گیا کہ المنار میگزین کے لئے کوئی مزاحیہ مضمون لکھو۔ اتفاق سے وہ طنز کسی دوست پر فِٹ بیٹھ گیا جس کا مجھے قطعاً علم نہ تھا۔ لوگ تو میرے اس مضمون سے خوب لطف اندوز ہوئے تاہم مکرم پرنسپل صاحب کی ہدایت پر میں نے اُس دوست سے معذرت کی۔

اُن دنوں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا سارے ملک میں ڈنکا بجتا تھا۔ محترم عطاء المجیب راشد صاحب کالج کے بہت اچھے مقرر تھے۔ جب بھی بین الکلیاتی مقابلے ہوتے تو سب کو پتہ ہوتا تھا کہ یہ ٹرافی تو تعلیم الاسلام کالج ربوہ ہی لے جائے گا۔ سپورٹس میں بھی ٹیمیں بہت دور دور سے آتی تھیں اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا candle light عشائیہ تو بہت ہی مشہور تھا۔ ان دنوں ہمارے کالج کی تقریب میں جسٹس ایم آر کیانی بھی تشریف لائے اور طلبہ سے خطاب کیا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ پروگرام بنا کہ قاضی محمد اسلم صاحب کو بھی مدعو کیا جائے اور اُن کو مدعو کرنے

کے لئے میری ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ مکرم قاضی صاحب موصوف کا دلپذیر طرز گفتگو کانوں میں رس گھولا کرتا تھا، ان کی پیاری پیاری باتیں طلباء کا دل موہ لیا کرتی تھیں۔ آپ طلباء کا اعتماد حاصل کرنے کا بہت ملکہ رکھتے تھے۔

کالج کے زمانے کی باتیں کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ کے فضل سے مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں نہ صرف پڑھنے کا موقع ملا ہے بلکہ کچھ عرصہ میں نے وہاں بطور استاد ملازمت بھی کی ہے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے گریجوایشن کرنے کے بعد میں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے پولیٹیکل سائنس کیا اور پھر ایل ایل بی کرنے کی بھی توفیق ملی۔

مکرم زرتشت صاحب کے اس مختصر خطاب کے بعد حاضرین محفل کو سوالات کرنے کا موقع دیا گیا

سوال: آپ کا نام زرتشت کس نے رکھا تھا؟

محترم زرتشت منیر احمد صاحب: میری والدہ نے میری پیدائش سے قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ بیٹا پیدا ہوا ہے اور اُس کا نام زرتشت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ابتدا میں میرا نام منیر احمد رکھا تھا، مگر جب میری والدہ نے اُن کی خدمت میں اپنی خواب بتائی تو حضرت مصلح موعودؓ نے زرتشت منیر احمد رکھ دیا۔

سوال: جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان سے ہجرت فرمائی اُن دنوں کراچی میں آپ کی کیا ذمہ داری تھی؟

محترم زرتشت منیر صاحب: تفصیلات تو آپ بعض کتابوں پڑھ چکے ہوں گے۔ میں اس وقت قائد خدام الاحمدیہ کراچی تھا۔ سکھر سے ائرپورٹ تک ہماری جماعت کراچی کی ذمہ داری تھی۔ بہت سے معجزات بھی ہوئے۔ مجلس عاملہ کے پُراعتماد دوستوں نے اپنے اپنے فرائض نبھائے۔ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو سیکیورٹی کے پیش نظر کسی معروف مقام پر نہیں ٹھہرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ محترم امیر صاحب کراچی کی ہدایت کے مطابق ہم نے ایک احمدی دوست سے درخواست کی کہ ہمیں اُنکا مکان چاہیے۔ صرف دو ہی منٹ میں وہ دوست بیوی بچوں

سمیت مکان سے نکل گئے اور چابی ہمیں دے کر چلے گئے۔ جب ہمارا قافلہ ائرپورٹ کی طرف روانہ ہونے والا تھا تو ہماری رائے تھی کہ حفاظتی انتظامات کے پیشِ نظر حضور کو عام لباس میں ائر پورٹ پر جانا چاہئے لیکن ہم میں سے کسی میں بھی ہمت نہیں تھی کہ ہم حضور کو یہ مشورہ دیتے۔ حضور اپنے مخصوص لباس یعنی اچکن اور پگڑی زیب تن کئے تشریف لائے اور قافلہ ایر پورٹ کی جانب

روانہ ہوا۔ حکومت کی پوری کوشش تھی کہ جماعت کے خلیفہ ملک سے نہ جا سکیں لیکن ECL میں نام حضرت مرزا مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ امیگریشن نے اعلیٰ حکام سے رابطے کی بہت کوشش کی مگر رابطہ نہ ہو سکا۔ ایک متعصب امیگریشن افسر نے بادلِ نخواستہ پاسپورٹ پر ایگزٹ کی مہر لگائی۔ اللہ تعالیٰ کے سارے کام تھے، تمام تر انسانی کوششوں کے باوجود کوئی حضور کی ملک سے روانگی کو نہ روک سکا۔ بعد میں جب انکوائری ہوئی تو ساری شفٹ کو معطل کر دیا گیا۔ حکومت کا پلان تو یہ تھا کہ حضور کو اسلم قریشی کے مقدمے میں گرفتار کر کے ساری جماعت کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منصوبوں کے آگے انسانی منصوبوں کی کیا پیش جاتی ہے۔ تمام تر مشکلات کے باوجود اللہ تعالیٰ بحفاظت آپکو پاکستان سے نکال لے گیا۔

سوال: اس واقعہ کے بعد آپکو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

مکرم زرتشت منیر احمد صاحب: محکمہ پاسپورٹ میں ہونے کی وجہ سے میں ائرپورٹ پر آ جا سکتا تھا۔ دو تین ماہ کے بعد ایک میٹنگ کرنے کے بعد میں آ رہا تھا کہ ایک گاڑی نے میرا تعاقب شروع کیا ایک تنگ سی گلی میں آ کے اس گاڑی نے میری گاڑی کو سائڈ سے ایسے ٹکر ماری کہ اسکا ایک دروازہ جام ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ بندوقیں اُٹھائے ہوئے پانچ، چھ نوجوان تھے۔ میں نے کار چلانے کی کوشش کی، وہ سٹارٹ نہ ہوئی۔ میں نے تین دفعہ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھا تو گاڑی سٹارٹ ہوگئی اور میں فوراً آبادی اور زیادہ لوگوں کے رش میں چلا آیا۔ عقب میں میری گاڑی پر فائر بھی ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں محفوظ رہا

۔ یہ واقعہ میں امیر صاحب کے علم میں لایا۔ انہوں نے فرمایا کہ پولیس میں رپورٹ درج کراؤ، مگر پولیس نے رپورٹ درج نہ کی۔ تین دن بعد ایک افسر نے خفیہ طور پر مجھے بتایا کہ یہ حملہ ..... کی طرف سے تھا آپ کا بچ جانا ایک معجزہ ہے۔ اسکے بعد میرے ایک افسر نے بلا کے مجھے یہ اطلاع دی کہ ضیاء کی حکومت تمہیں ختم کروانا چاہ رہی ہے۔ پھر اس نے مجھے مشورہ دیا کہ resign دے دو۔ اس پر میں نے امیر صاحب کراچی سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی مشورہ دیا کہ استعفیٰ دے دو۔ اگلے دن کوئی لندن جا رہا تھا میں نے حضور کی خدمت میں سب حالات لکھ دئے۔

ایک دن صبح دفتر کی تیاری کر رہا تھا کہ ڈپٹی ڈائریکٹر نے فون کیا کہ ٹیلیکس آئی ہے کہ زرتشت کو گرفتار کیا جائے، اس لئے بتا رہا ہوں کہ اس کام پر میری ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ میں نے کہا اچھا جیسے آپ کی مرضی۔ اُس نے کہا کہ آپ لیگل ایڈوائز رلے لیں۔ میں نے مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کو فون کیا۔ امیر صاحب نے فون کیا کہ گھر مت جانا ایک خادم بھیج رہا ہوں اس کے ساتھ آ جانا۔ مجھے ایک بڑے گھر میں لایا گیا جہاں لیگل ٹیم بیٹھی تھی، انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ کو کسی وقت بھی گرفتار کیا جا سکتا ہے پندرہ بیس دن جماعت مجھے چھپاتی رہی اور گرفتار کرنے کی غرض سے چھاپے پڑتے رہے۔ مختلف کورٹس نے ضمانت لینے سے انکار کر دیا۔ سندھ ہائی کورٹ نے مجھے عبوری ضمانت دے دی۔ پھر میرے اوپر ایک اور مقدمہ بنایا گیا، حضور نے حکم دیا کہ ملک چھوڑ دو۔ میرے ایک بھائی ناروے میں رہتے تھے، چنانچہ میں ناروے آ گیا۔ محترم زرتشت صاحب نے بتایا کہ عمر بھر قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشانات دیکھنے کو ملے ہیں اور یہ سب خلافت کی ہی برکات ہیں کہ انتہائی کٹھن مرحلے بھی ہم سب کے لئے

آسان ہوتے گئے۔

کالج کے زمانے کی باتیں کرتے ہوئے محترم امیر صاحب نے بتایا کہ اللہ کے فضل سے مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں نہ صرف پڑھنے کا موقع ملا ہے بلکہ کچھ عرصہ میں نے وہاں بطور استاد ملازمت بھی کی ہے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے گریجوایشن کرنے کے بعد میں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے پولیٹیکل سائنس کیا اور پھر ایل ایل بی کرنے کی بھی توفیق ملی۔

آخر پر صدر صاحب ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے نے مکرم زرتشت منیر احمد صاحب کا اور سب حاضرین کا تشریف لانے پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے ممبران دل کی گہرائیوں سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس ایسوسی ایشن کے قیام کی منظوری دی اور اسی کے بدولت آج ہم اس بہترین درسگاہ سے پڑھے ہوئے ایسے قابل طلباء کے ساتھ بیٹھے ہوئے اُن کے کالج کے دور کی باتیں سن کر لطف اندوز ہو رہے ہیں اور ایمان افروز واقعات سے فیضیاب ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں کالج کی اعلیٰ روایات کو برقرار رکھنے کی توفیق دے اور خدا کرے کہ ہم ممبران حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں اپنے اپنے فرائض سرانجام دینے والے ہوں۔ اسکے بعد مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے اختتامی دعا کروائی اور پھر احباب کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

محترم زرتشت منیر احمد صاحب کی تشریف آوری سے پہلے مکرم صدر صاحب ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے نے حاضرین مجلس کو اظہارِ خیال کا موقع دیا۔ رانا عبدالرزاق خاں صاحب اور مکرم عبدالقدیر کوکب صاحب نے اپنا منظوم کلام سنایا۔ مکرم حافظ مسعود اقبال صاحب، سید حسن خان صاحب اور مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب نے تعلیم الاسلام کالج کے زمانہ طالب علمی کے واقعات و تاثرات بیان کئے۔ محترم عطاء المجیب راشد صاحب نے بھی ایک واقعہ سنایا کہ ربوہ میں کلّر بہت ہوا کرتا تھا اور کلّر کا اثر عمارتوں پر بھی ہو جایا کرتا تھا، دیواریں کلّر سے سفید ہو جایا کرتی تھیں۔ اُن دنوں کالج کے ہال کی ایک دیوار کو بھی کلر لگا ہوا تھا۔ انہی دنوں ایک ادبی تقریب منعقد ہوئی، جس میں حضور بھی تشریف لائے۔ اس موقع پر مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب نے خوب جانا اور کالج ہال کو درکار پینٹ کے تناظر میں اس موقع پر ایک مصرعہ کہا

ہمارے حال پر نظرِ کرم یوں بھی ہے اور یوں بھی

اس پر انہیں بہت داد ملی، مدعا بھی اچھے رنگ میں پیش ہو گیا اور پھر جلد ہی ہال کی دیواروں کو پینٹ بھی ہو گیا۔

(رپورٹ: عطاء القادر طاہر و رانا عبدالرزاق خاں۔ تصاویر سلیم الحق خان صاحب)

چوہدری رشید احمد جاوید صاحب

(محمود مجیب اصغر)

(تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم مکرم رشید احمد جاوید صاحب کا انتقال 5 فروری 2014 کو کراچی میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ دوران تعلیم کالج کے رسالہ المنار کے مدیر رہے۔ بعد میں کچھ عرصہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں تدریس کے فرائض بھی سرانجام دئے۔ مرحوم کے بارے میں درج ذیل مضمون مکرم محمود مجیب اصغر صاحب نے تحریر کر کے بجھوایا ہے۔)

مکرم رشید احمد جاوید صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے گریجویشن اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے کرنے کے بعد سٹیٹ بینک آف پاکستان سے منسلک ہوئے، جہاں موصوف نے سروس کے دوران امریکہ سے مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ان سے میرا تعارف 1960 میں جلسہ سالانہ ربوہ کی ڈیوٹیوں کے دوران ہوا۔ شعبہ حاضری ونگرانی کے ناظم پروفیسر صوفی بشارت الرحمن صاحب تھے اور وہ ان کے نائب ہوتے تھے۔ اگلے سال بھی ڈیوٹی ان کے ساتھ تھی۔ جب 1962 کا جلسہ سالانہ آیا تو میں اس وقت انجینیئرنگ یونیورسٹی لاہور جا چکا تھا۔ وہ بھی جلد ہی ایم اے اکنامکس کرنے کے لئے پنجاب یونیورسٹی لاہور آ گئے، جہاں گاہے بگاہے ان سے ملاقات ہوتی رہی۔

تعلیم الاسلام کالج کے دوران وہ رسالہ المنار کی ادارت سے منسلک تھے۔ گزشتہ دنوں المنار کے اُس زمانے کے رسالے دیکھے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی سرپرستی اور پروفیسر صوفی بشارت الرحمن صاحب اور پروفیسر محمد شریف خالد صاحب کی نگرانی میں وہ پہلے المنار اردو سیکشن کے مدیر اور پھر مدیر اعلیٰ کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ ان رسالوں میں، ہر میگزین میں ان کا مضمون دیکھنے کو ملا، بلکہ 1962 کی دوسری سہ ماہی کے شمارے میں عربی سیکشن کا اضافہ ہوا، جس میں محترم عطاء المجیب راشد صاحب اور مکرم رشید احمد جاوید صاحب کے ہی عربی مضامین ہیں۔

چوہدری رشید احمد جاوید صاحب ایم اے (اکنامکس) آنرز کرنے کے بعد کچھ عرصہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں لیکچرار رہے اور پھر انہیں سٹیٹ بینک آف پاکستان میں جاب مل گیا، جہاں انہوں نے ترقی کی کئی منازل طے کیں۔ پوسٹ گریجویشن اور ہائر ایجوکیشن کے لئے امریکہ بھجوائے گئے۔ سرکاری طور پر ایران بھی آتے جاتے رہے۔ بڑے لائق افسر تھے، سینئر ایگزیکٹو ڈائریکٹر کے طور پر 2002 میں ریٹائر ہوئے۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی اپنی قابلیت کی وجہ سے مشیر کے طور پر کام کرتے رہے اور اس ٹیم میں شامل کر لئے گئے جن کے ذمہ سٹیٹ بینک آف پاکستان کی تاریخ مرتب کرنے کا کام سپرد ہوا تھا۔

کراچی میں مکان خریدا جہاں گلشنِ اقبال میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہ رہے تھے۔ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ بچوں کو خوب پڑھایا، بچے بھی ماشاء اللہ بہت ذہین، ڈاکٹر اور انجینیئر ہیں۔ جہاں تک ممکن تھا بہترین تربیت کی۔

رشید صاحب کے والد چوہدری محمد علی صاحب رائے ونڈ میں زمیندار تھے۔ والدہ چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کے خاندان سے تھیں۔ ان کے ایک چچا چوہدری بشیر احمد رائے ونڈی نظارت تعلیم میں ہوا کرتے تھے۔

جب ایف ایس سی کر کے میں لاہور انجینیئرنگ یونیورسٹی جانے لگا تو انہوں نے اپنے چچا کے گھر میں میری دعوت کی اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کے انگلش ترجمے والا قرآن کریم تحفہ دیا۔

علمی ذوق ان کا مسلسل برقرار رہا، خدام الاحمدیہ کے زمانے میں مرکزی مقابلہ جات میں شامل ہوتے رہتے تھے۔ انگلش اور اردو بہت اچھی تھی۔ مجھے بھی اکثر لکھنے کے لئے کہتے رہتے تھے۔ المنار میں بھی میرا ایک مضمون اولڈ سٹوڈنٹ کے طور پر دیا۔ ان کے بچوں نے مجھے بتایا کہ اس عاجز کا جب بھی کوئی مضمون الفضل میں شائع ہوتا تو بہت خوش ہوتے اور خود تو پڑھتے ہی تھے بچوں کو بھی پڑھاتے۔

کالج میں طالبعلمی کے زمانے میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سے بہت تعلق رہا۔ جب حضور خلیفہ بنے تو کراچی کے معاملات میں ان سے بھی بسا اوقات مشورہ مانگ لیا کرتے تھے۔

ایک بار میری غیر موجودگی میں اپنے دو دوستوں کو لیکر بھیرہ تشریف لے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا مکان (جو 1912 میں مسجد نور میں تبدیل ہو گیا تھا اور جہاں اب بھی وہ کمرہ موجود ہے جس میں آپ کی پیدائش ہوئی تھی) دیکھا اور میرے والد صاحب مرحوم ماسٹر فضل الرحمن بسمل بی اے بی ٹی سے ملاقات کی اور انہیں شرف میزبانی بخشا۔ والد صاحب اور دیگر بھیرہ کے احمدیوں کو مل کر بہت اچھا تاثر لے کر آئے جس کا کئی دفعہ ذکر کرتے تھے۔

انجینیئرنگ یونیورسٹی لاہور میں پڑھائی کے دوران مجھے بھی ایک دفعہ رائے ونڈ لے گئے اور اپنے والد صاحب مرحوم سے ملاقات کروائی۔ مجھے انہوں نے انجینیئرنگ یونیورسٹی میں آخری دو سال حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا پندرہ روپے سکالرشپ لگوا کر دیا۔ میں اسے ان کا بہت بڑا احسان سمجھتا ہوں۔

ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے بالخصوص اپنے کالج کے زمانے کے دوستوں سے خوب رابطے بحال کئے۔ جب ان کی وفات کا میری طرف سے الفضل اعلان شائع ہوا تو ان کے بعض دوستوں کے مجھے بھی تعزیت کے فون آئے۔ ایک دوست نے بتایا کہ انہوں نے ایک حلقہ میں ان کی آخری تقریر پیشگوئی مصلح موعود پر سنی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھی ہوئی تھیں۔ ان کی ایک بچی نے بتایا کہ قرآن کریم کا اکثر حصہ یاد تھا اور جب بھی کوئی حوالہ نکالنا ہوتا تو فوراً ایک منٹ میں اس آیت تک پہنچ جاتے۔ راسخ العقیدہ احمدی تھے بڑا وسیع مطالعہ تھا عربی، اردو اور انگلش بہت اچھی طرح جانتے تھے۔

ان کی آخری بیماری اور وفات کی خبر محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب نے فون پر دی تھی، جن کے ساتھ ٹی آئی کالج کے دوستوں کا اکثر ذکر کرتے رہتے تھے۔ محترم میاں صاحب ان کی مہمان نوازی اور ایثار کے مداح ہیں۔

غرض مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے خلافت اور جماعت کے ساتھ وفا کا تعلق تھا۔ دنیوی تعلقات بھی وسیع تھے، ایک کامیاب زندگی گزار کر خدا کے حضور حاضر ہوئے۔ اللہ ان کے ساتھ مغفرت اور رحمت کا سلوک کرے۔ اور ان کے اہل وعیال اور جملہ لواحقین کا حافظ وناصر ہو۔ آمین۔

یادوں کے دریچے

ہمارا آئی ڈی کارڈ.... قسط:11

(پروفیسر محمد شریف خان)

مادرِ علمی لاہور میں

پاکستان بننے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کالج کے اجراء کیلئے فکر مند تھے۔ پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، صوفی بشارت الرحمٰن صاحب اور میاں عطاء الرحمٰن صاحب قادیان میں تھے۔ چوہدری محمد علی صاحب کو کالج کا قائم مقام پرنسپل مقرر کیا گیا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی سرکردگی میں کالج کمیٹی نے کالج کے لئے فنڈ اکٹھا کرنے کے علاوہ جلد سے جلد کالج قائم کرنے کے لئے مناسب جگہ دیکھنا شروع کر دی۔ ہجرت کے بعد جماعت کے درگوں مالی حالات کے پیشِ نظر فنڈز کی اپیل کرنا جماعت کو مزید مشکلات میں ڈالنا تھا اور کوئی مناسب عمارت بھی دستیاب نہ، اس لئے کمیٹی نے کالج نہ کھولنے کی سفارش کی اور مشورہ دیا کہ طلباء کو لاہور کے کسی ایک کالج میں داخلہ لینے کی ہدایت کی جائے جہاں انکی نگرانی کی جاسکے گی۔

کمیٹی کی رپورٹ پر حضرت صاحب نے بڑے جوش سے فرمایا ''آپ کو پیسوں کی کیوں فکر پڑی ہوئی ہے، کالج چلے گا اور کبھی بند نہیں ہوگا۔ اور چوہدری محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا: ''آسمان کے نیچے پاکستان کی سرزمین میں جہاں کہیں بھی جگہ ملتی ہے لے لو اور کالج شروع کرو'' چنانچہ کمیٹی نے لاہور، ایمن آباد، گوجرانوالہ، کوٹ سہرا، راولپنڈی، لائلپور، سانگلاہل، ملتان اور ڈیرہ غازی خاں کا دورہ کر کے مختلف عمارتوں کا جائزہ لیا، مگر کسی نہ کسی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ اس دوران جودھامل بلڈنگ لاہور کے پاس سیمنٹ بلڈنگ میں ''دفتر تعلیم الاسلام کالج'' کا بورڈ لگا کر عبدالرحمٰن جنید ہاشمی صاحب مرحوم اور انکے دو ساتھیوں نے فرنیچر مہیا نہ ہونے کے باعث فرش پر بیٹھ کر طلباء کے داخلہ کا آغاز کر دیا۔ 60 طلباء کا داخلہ ہوا جن میں اکثریت قادیان سے آنے والے طلباء کی تھی۔

اس دوران محکمہ بحالیات پنجاب نے 37 کینال پارک لاہور کی ایک خستہ حال عمارت کالج کیلئے الاٹ کر دی، جو بیرک نما تنگ نیچی چھتوں والے چند کمروں پر مشتمل اغلباً ڈیری فارم یا مرغی خانے کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہوگی۔ 60 طلباء کے لئے مناسب فرنیچر مہیا کرنا بھی مشکل تھا، چنانچہ طلباء چٹائیوں پر دورویہ بیٹھ کر لیکچر سنتے۔ وہیں نماز پڑھتے، کھانا کھاتے اور سو جاتے۔ گویا یہ عمارت طلباء کے لئے بیک وقت کالج، مسجد اور ہوسٹل تھی۔

آخر کار ڈی اے وی کالج کی تباہ حال عمارت الاٹ ہوئی، جو اس سے قبل مہاجرین کی فرودگاہ کے طور پر استعمال ہو رہی تھی۔ کھڑکیاں دروازے آگ جلانے میں استعمال کر لئے گئے تھے، شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ لائبریری لوٹ کر چولہوں میں کتب جلا دی گئی تھیں۔ کلاس رومز کے وسط میں شیشے کے ٹکڑے، مٹی اور پتھروں کے ڈھیر جمع تھے۔ کالج انتظامیہ نے وقارِ عمل اور کثیر رقم کے خرچ سے کمروں کو استعمال کے قابل بنایا۔ ہزاروں روپے خرچ کر کے لائبریری میں کتب فراہم کیں۔ فرنیچر اور لیبارٹری کے سامان کی خرید ہوئی۔ کالج کا ایک حصہ ہوسٹل کے طور استعمال میں لایا گیا۔

ان تمام عملی مشکلات کے باوجود چند ماہ میں طلباء کی تعداد 60 سے 267 تک پہنچ گئی۔ پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی سرگردگی میں یونیورسٹی کے امتحانات میں کالج کے نتائج ہر سال قابلِ رشک رہے، یونی ورسٹی کے 39.8 % کے مقابل پر کالج کا نتیجہ 83% رہا اور تعلیم الاسلام کالج کچھ ہی عرصے میں لاہور کے چند اچھے کالجوں میں شمار ہونے لگا۔

غیر نصابی سرگرمیاں زور وشور سے شروع ہوئیں۔ کالج یونین، عربک، اکنامکس، سائنس، فوٹوگرافیک اور ریڈیو سوسائٹیاں مصروفِ عمل تھیں۔ جبکہ کھیل کے میدان میں فٹ بال، والی بال اور تیراکی کی ٹیمیں کالج کی نیک نامی کا باعث تھیں۔ انتظامیہ کی خوشکن کارگردگی کے باعث کچھ ہی عرصے میں کالج نہ صرف لاہور بھر میں بلکہ اردگرد کے علاقوں میں مشہور ہو گیا۔

اکنامکس سوسائیٹی کے زیر انتظام مجلّے "ینگ اکنامسٹ" کا اجراء ہوا۔ جو 1950 سنہ میں ''المنّار'' کے نام سے کالج کے مستقل جریدے کے طور پر چھپنا شروع ہوا اور اپنے بلند پایا مضامین کے باعث علمی حلقوں میں پسند کیا جانے لگا۔ پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے ''المنار'' کے اجراء پر اپنے ولولہ انگیز پیغام میں فرمایا:

خدا تعالیٰ پر یقینِ محکم اور ایمانِ کامل کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول اور آخری فتح کے لئے بڑھے چلو! فروری 1950 میں کالج کی پہلی All Pakistan Intercollegiate Debates منعقد ہوئیں۔ کالج کی ٹیموں نے مقامی کالجوں کے تقریری مقابلوں میں لوہا منوایا اور انعامات حاصل کیئے۔

2/اپریل 1950 کو کالج کی پہلی کانووکیشن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیرِ صدارت کالج ہال میں منعقد ہوئی۔ حضورؓ نے فارغ التحصیل طلباء کو درجِ ذیل زرّیں نصائح سے نوازا۔

☆ یہ نہ سمجھو کہ اب تعلیم مکمل ہوگئی ہے، بلکہ اپنے علم کو باقاعدہ مطالعہ سے بڑھاتے رہو۔ خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق سکون حاصل کرنے کی بالکل کوشش نہ کرو، بلکہ ایک نہ ختم ہونے والی جدوجہد کے لیئے تیار ہو جاؤ اور قرآنی منشا کے مطابق اپنا قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرتے رہو۔

☆ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ وہ آپکو صحیح کام کرنے، اور صحیح وقت پر کام کرنے اور صحیح ذرائع کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس کام کے صحیح اور اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پیدا کرے۔

☆ تمہارے تعلیمی ادارے کی جو تم پر ذمہ داری ہے وہ چاہتی ہے کہ تم اپنے علم کو زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھے طور پر استعمال کرو، یونیورسٹی کی تعلیم مقصود نہیں ہے، وہ تو منزلِ مقصود طے کرنے کے لیئے پہلا قدم ہے۔ یونیورسٹی تم کو جو ڈگریاں دیتی ہے وہ اپنی ذات میں کوئی قیمت نہیں رکھتیں بلکہ ان ڈگریوں کو تم اپنے آئیندہ عمل سے قیمت بخشتے ہو۔

☆ تم ایک نئے ملک کی نئی پود ہو۔ تمہاری ذمہ داریاں پُرانے ملکوں کی نئی نسلوں سے بہت زیادہ ہیں۔ انہیں ایک بنی ہوئی چیز ملتی ہے۔ انہیں آباء واجداد کی سنتیں یا روایتیں وراثت میں ملتی ہیں، مگر تمہارا یہ حال نہیں ہے۔ تم نے ملک بھی بنانا ہے اور تم نے نئی روایتیں بھی قائم کرنی ہیں۔ ایسی روائیتیں جن پر عزّت اور کامیابی کے ساتھ آنے والی بہت سی نسلیں کام کرتی چلی جائیں اور ان روایتوں کی رہنمائی میں اپنے مستقبل کو شاندار بناتی چلی جائیں۔

☆ پس میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی نئی منزل پر عزم، استقلال اور علّو حوصلہ سے قدم مارو، قدم مارتے چلے جاؤ اور اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے جاؤ کی عالی ہمت نوجوانوں کی منزلِ اوّل بھی ہوتی ہے اور منزلِ دوم بھی ہوتی ہے، منزل سوم بھی ہوتی ہے لیکن آخری منزل کوئی نہیں ہوا کرتی... اُن کی منزل کا پہلا دور اسی وقت ختم ہوتا ہے جبکہ وہ کامیاب

اور کامران ہو کر اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور اپنی خدمت کی داد اس سے حاصل کرتے ہیں۔ ایک ہی ہستی ہے جو کسی کی خدمت کی صحیح داد دے سکتی ہے۔

☆پس اے خدائے واحد کے منتخب کردہ نوجوانو! اسلام کے بہادر سپاہیو! ملک کی اُمید کے مرکزو! قوم کے سپوتو! آگے بڑھو کہ تمہارا خدا، تمہارا دین، تمہارا ملک اور تمہاری قوم محبت اور امید کے مخلوط جذبات سے تمہارے مستقبل کو دیکھ رہے ہیں۔

جہاں اکثر اہالیانِ لاہور جماعت کے شکرگزار تھے کہ جماعت نے ان کے بچوں کیلئے ایک مثالی ادارہ مہیا کیا ہے، وہاں کالج کی روز افزوں ترقی سے معاندین حسد کے جہنم میں جلے جا رہے تھے۔ ہر وقت ٹوہ میں لگے رہتے کہ کوئی بہانہ ہاتھ لگے اور کالج انتظامیہ اور طلباء کی پریشانی کیلئے کوئی مسئلہ کھڑا کریں۔ ان کوششوں میں ڈی اے وی کالج کی عمارت کی الاٹمنٹ منسوخ کرانے کے علاوہ طلباء کو بسوں میں ہراساں کرنا بھی شامل تھا۔ اس طرح کالج کیلئے سماجی، سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے لاہور میں حالات دن بدن دگرگوں کئے جا رہے تھے۔ در پردہ انتظامیہ تخریب کاروں کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی۔

1953 پاکستان کی تاریخ کے سیاہ ترین سالوں میں شمار ہوتا ہے۔ سیاسی جماعتوں کی باہمی کشمکش کو شاطروں نے مذہبی رنگ دیکر جماعتِ احمدیہ کے خلاف موڑ دیا تھا۔ جماعت کے خلاف بک بک کرنے کے علاوہ مولویوں نے اپنے پروردوں کو توڑ پھوڑ اور احمدی املاک کو نقصان پہنچانے پر اکسایا۔ سراسر ظلم کرتے ہوئے ظالموں نے ایک جواں سال احمدی طالب علم جمال احمد کو بڑی بے دردی سے چھریاں مار مار کر شہید کر دیا۔ جب حالات حد سے باہر ہو گئے تو جنرل محمد اعظم خان (جو اس وقت لاہور کی جی او سی تھے) نے لاہور اور اس کے گردو نواح میں مارشل لا نافذ کر دیا۔ حکومت نے مولویوں کو خوش کرنے کیلئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کو چھوٹے سے بہانے کی بنا پر کچھ عرصے کے لئے حراست میں لے لیا۔

الغرض ان حالات میں جماعت کیلئے لاہور میں کالج چلانا مشکل ہو رہا تھا۔ ان تمام خطرات کو پہلے سے بھانپتے ہوئے جماعت اپنا مستقل مرکز قائم کرنے کیلئے جگہ کے انتخاب کے لئے سرگرداں تھی۔ 1948 میں ربوہ کی زمین خرید لی گئی تھی، کالج کے لئے قطعہ مارک کر کے کالج کی تعمیر تیزی سے کی جانے لگی۔

تعلیم الاسلام کالج کی مسلسل پرعزم اور پرجوش قیادت نے طلباء کی سرشت میں استقلال اور علوِ حوصلہ سمو دیا ہے، جو ہمارا آئی ڈی کارڈ ہے۔

تقسیم ....(ابن انشاء)

یہ حساب کا بڑا ضروری قاعدہ ہے۔ سب سے زیادہ جھگڑے اسی پر ہوتے ہیں۔ تقسیم کا مطلب ہے بانٹنا۔ اندھوں کا آپس میں ریوڑیاں بانٹنا، بندروں کا بلیوں میں روٹی بانٹنا۔ چوروں کا آپس میں مال بانٹنا۔ اہلکاروں کا آپس میں رشوت بانٹنا۔ مل بانٹ کر کھانا اچھا ہوتا ہے۔ بعض لوگ دال تک جوتوں میں بانٹ کر کھاتے ہیں ورنہ قبض کرتی ہے۔ تقسیم کا طریقہ کچھ مشکل نہیں۔ حقوق اپنے پاس رکھیئے۔ فرائض دوسروں میں بانٹ دیجئے۔ روپیہ پیسہ اپنے کیسے میں ڈالئے قناعت کی تلقین دوسروں کو کیجئے۔ آپ کو مکمل پہاڑہ مع گُر یاد ہو تو کسی کو تقسیم کی کانوں کان خبر نہیں ہوسکتی۔

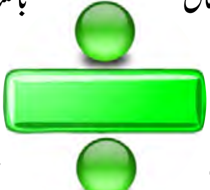

پکّا کوٹ

(محمد انیس)

مکرم محترم عبدالوہاب آدم صاحب بھی اللہ کو پیارے ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہت بڑے عالم، ایک ملک کے نیشنل امیر، اپنے ملک بلکہ پورے براعظم افریقہ میں بڑا مقام اور رتبہ رکھنے والے بزرگ، اس حوالہ سے پوری دنیا میں آپ کو شہرت اور نیک نامی حاصل تھی، مگر بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ فقیروں کی طرح پھرتے اور ہر کسی کو ایسے ملتے گویا وہ ملنے والا اُن سے کہیں بہتر ہے یعنی ''بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں'' والا معاملہ تھا۔ اس وجہ سے انجام بھی بخیر ہوا اور دارالوصال میں دخل بھی ہوا۔

ایک واقعہ جو وہ خود سنایا کرتے تھے اور بار بار اور ہر جگہ سنایا کرتے تھے۔ خاکسار کو بھی ان کی زبانی یہ واقعہ سننے کا موقع ملا اور یہ واقعہ سناتے وقت ان پر ایک عجیب جذب و مستی اور لطف و کیف کی حالت طاری ہوتی اور واقعہ سنانے کے بعد سب سے زیادہ لُطف بھی وہ خود ہی اُٹھایا کرتے تھے۔ وہ واقعہ یوں ہے کہ ساٹھ کی دہائی میں عبدالوہاب آدم صاحب مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب کے ساتھ قادیان گئے۔ قادیان میں ایک دن جبکہ آپ گلی میں کھڑے تھے یا گزر رہے تھے تو ان کو دیکھ کر دو سکھ آپس میں بحث کرنے لگے۔ بحث کے دوران وہ آپ کو بھی دیکھتے جاتے تھے۔ اچانک ان میں سے ایک شخص مولانا عبدالوہاب آدم صاحب کی طرف بڑھا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر رگڑنے لگا اور اچھی طرح رگڑنے کے بعد اُس نے دوسرے سے کہا:

''میں نہیں کہتا تھا کہ یہ پکّا کوٹ ہے''

یہ واقعہ سنانے کے بعد مکرم عبدالوہاب آدم صاحب کی اپنی کیفیت تقریباً لوٹ پوٹ ہو جانے والی ہو جاتی تھی اور ذرہ برابر بھی احساس کمتری دیکھنے میں نہیں آتا تھا بلکہ خود سب سے زیادہ حظ اُٹھاتے تھے۔ پنجابی کے صوفی شاعر میاں محمد بخش نے کہا تھا کہ

کچا رنگ للاری والا — چڑھدا لیہندا رہندا
عشق ترے دا رنگ محمدؐ — چڑھیاں کدی نہ لیہندا

حقیقت یہ ہے کہ ان کے فانی جسم پر ہی صبغۃ اللہ کا پکّا کوٹ نہیں تھا بلکہ اُنکی روح پر بھی عشق و وفا، اطاعت و خاکساری، جانثاری اور وفاداری کا پکّا کوٹ اور اس کی گہری چھاپ تھی، جس پر نہ کوئی موسم اثر انداز ہوسکا اور نہ کوئی حادثہ اس کو فنا کرسکا۔

اسی عشق و محبت کے رنگ اور تقویٰ کے زیور سے آراستہ و پیراستہ آپ خدا کے حضور حاضر ہوئے۔

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور، ہے یہی دیں کا سنگھار

ذروں کی کہانی-آصف کی زبانی

مسٹر سے ڈاکٹر (آصف علی پرویز)

دوست: آپ نے پچھلی گفتگو میں ذکر کیا تھا کہ عبدالسلام صاحب Ph.D کے حصول کیلئے اکتوبر 1949ء میں کیمبرج گئے تھے۔ کیا یہی وجہ ہے کہ آپ نے آج کا عنوان ''مسٹر سے ڈاکٹر''(From Mr. to Dr.) رکھا ہے۔

آصف: آپ نے بالکل صحیح اندازہ لگایا ہے۔ چونکہ آپ نے حساب اور فزکس کیمبرج سے اوّل درجہ میں پاس کیا تھا اسلئے آپ نے کیونڈش لیبارٹری Cavendish Laboratory میں Ph.D کیلئے داخلہ لے لیا تا کہ تجرباتی فزکس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔

دوست: ذرا اس لیبارٹری کا پس منظر تو بتائیں۔

آصف: اس لیبارٹری کو لارڈ ردرفورڈ(Lord Rutherford) نے بنایا تھا۔ چونکہ وہ خود ایک زبردست تجرباتی نوبل انعام یافتہ سائنس دان تھے ان کی یہ خواہش تھی کہ اس جگہ سے دنیا کے بہترین تجرباتی سائنس دان پیدا ہوں۔

دوست: کیا یہ وہی سائنس دان تو نہیں جن کے کام کا ذکر آپ نے المنار کی اشاعت نومبر 2012 میں کیا تھا۔

آصف: بالکل بالکل یہ وہی ہیں۔ یہاں عبد السلام صاحب نے پروفیسر سیموئیل ڈے ونز(Professor Samuel Devons) کی نگرانی میں تجرباتی فزکس پر کام کرنا شروع کیا۔

دوست: تو پہلا تحقیق کا کام انہوں نے کیا کیا؟

آصف: پہلا تجربہ یہ تھا کہ ہائیڈروجن کے ایٹموں کو ڈیوٹریم (Deuterim) سے ٹکرا کر یہ دیکھنا تھا کہ اس سے کیا نتائج نکلتے ہیں۔

دوست: یہ ڈیوٹریم (Deuterim) کیا بلا ہے؟

آصف: یہ ہائیڈروجن گیس کی ایک قسم ہے جس کے مرکز میں ایک پروٹان کے علاوہ ایک نیوٹران بھی ہوتا ہے۔ اسے سادہ الفاظ میں بھاری ہائیڈروجن کہہ سکتے ہیں۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ آج سے ساڑھے تیرہ کھرب سال پہلے جب کائنات پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی پیدا فرمایا۔ اس کی تفصیل تخلیق کائنات کے وقت بیان کروں گا۔ سائنس کی زبان میں ایسے ایٹموں کو Isotope کا نام دیا جاتا ہے گویا ایک ہی ایٹم کے مختلف وزن ہو سکتے ہیں۔

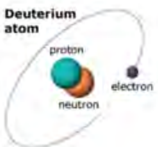

دوست: کیا آپ اس تجربہ میں کامیاب ہوئے؟

آصف: اس لیبارٹری میں تجربہ کرنے کیلئے طلباء کو خود آلات تیار کرنے پڑتے تھے۔ جن پر آپ نے تین دن صرف کئے۔ لیکن وہ پھر بھی سو فیصد صحیح آلات نہ بنا سکے۔ جب انہوں نے تجربات شروع کئے تو انہیں متوقع نتائج نہیں مل رہے تھے۔ عبدالسلام صاحب نے ایک دفعہ انٹرویو میں کہا کہ تجرباتی فزکس کیلئے صبر اور تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بار بار تجربات سے سیکھنا اور دہرانا پڑتا ہے اور بقول آپ کے ''آپ میں ان چیزوں کا فقدان تھا۔''

دوست: آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ کیمبرج میں پہلے تعلیم حاصل کر رہے تھے تب بھی آپ کا تجربہ صحیح نہیں ہوا تھا۔

آصف: یہ صحیح ہے۔ ہر انسان کا اپنا ایک طبعی رجحان ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ کا شوق تجرباتی فزکس میں تھا ہی نہیں بلکہ آپ کا اصل میدان تھیوریٹیکل فزکس تھا۔

دوست: پھر آپ نے خواہ مخواہ اپنے آپ کو امتحان میں ڈالا!

آصف: آپ نے قریباً چار ماہ تجرباتی فزکس پر کام کر کے اسے خیر باد کہنے کا فیصلہ کیا۔ مارچ 1950ء میں انہوں نے اپنے نگران سے تفصیلی گفتگو کی اور ان سے نظریاتی فزکس میں تحقیق کی اجازت مانگی۔

دوست: کیا آپ کو اجازت مل گئی؟

آصف: جی ہاں! لیکن نگران پروفیسر نے تجویز کیا کہ وہ اپنے لئے کسی نظریاتی پروفیسر سے ملیں وگرنہ انہیں کسی اور یونیورسٹی سے Ph.D کرنی ہوگی۔

دوست: میں تو خیال نہیں کرتا کہ آپ کیمبرج سے جانا پسند کرتے۔

آصف: بالکل۔ آخر انہوں نے پہلے تین سال یہاں ہی پڑھا تھا۔ ان کی ملاقات ایک روسی نژاد پروفیسر نکولس کیمر (Prof. Nicholas Kemmer) سے ہوئی۔ آپ نے ان سے مؤدبانہ درخواست کی کہ وہ تجرباتی فزکس چھوڑ کر نظریاتی فزکس میں تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔

دوست: پروفیسر کیمر نے تو انہیں خوشی سے قبول کر لیا ہوگا۔ آخر آپ کا کیمبرج میں تعلیمی ریکارڈ قابل مثال تھا۔

آصف: نہیں۔ شروع میں انہوں نے بڑی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا کیونکہ ان کے پاس پہلے ہی کافی طالب علم تھے جن کی وہ نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن پھر وہ اپنے ساتھی پروفیسروں کے کہنے پر بادلِ نخواستہ راضی ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو اپنے ایک شاگرد پال میتھوز (Paul Mathews) کے پاس بھجوایا اور کہا کہ جس میدان میں آپ تحقیق کرنا چاہتے ہیں اس میں وہ بھی کام کر رہے ہیں۔

دوست: تو پھر کیا وہ پال میتھوز سے ملے؟

آصف: جی ہاں! پال میتھوز Ph.D کیلئے اپنا مقالہ لکھ چکے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس میدان کی تحقیق کے تمام مسائل حل کر لئے ہیں یا ابھی کچھ اور باقی ہیں۔ آپ کا فقرہ تھا: "If there are any crumbs left then let me know"

دوست: یہ کون سا میدان تھا جس میں آپ تحقیق کرنا چاہتے تھے۔

آصف: اس میدان کا نام Quantum Electro Dynamics یعنی QED ہے۔ یہ اس زمانہ میں انتہائی کٹھن لیکن گہری دلچسپی کا موضوع تھا۔ اس پر نوبل انعام یافتہ سائنسدان جیسے پروفیسر جولین شونگر (Julian Schwinger) پروفیسر رچرڈ فائن مین (Richard Feynman) اور پروفیسر فری مین ڈائسن (Freeman Dyson) تحقیقات کر رہے تھے۔ گویا دنیا کے ذہین ترین سائنسدان اپنی پوری توانائیاں اس موضوع پر صرف کر رہے تھے۔

دوست: میرا خیال ہے کہ میں نے یہ سوال کر کے اپنے آپ کو بڑی مشکل میں ڈال لیا۔ میری زبان سے تو Quantum Electro Dynamics کا لفظ نکالنا ہی مشکل ہے۔ آخر یہ ہے کیا۔

آصف: آپ اس کے لئے مختصر لفظ کیو ای ڈی QED استعمال کریں۔

سادہ الفاظ میں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک ایسا میدان ہے کہ جس میں اس امر پر تحقیق ہوتی ہے کہ مادہ Matter اور روشنی Photon آپس میں کس طرح ایک دوسرے سے میل ملاپ (Interaction) کرتے ہیں۔ یہ وہ تھیوری ہے جو کوانٹم میکانیات (Quantum Mechanics) اور آئن سٹائن کے پیش کردہ نظریہ اضافت (Theory of Relativity) میں ایک خاص تعلق پیدا کرتی ہے۔ مشہور نوبل انعام یافتہ سائنسدان رچرڈ فائین مین نے ایک دفعہ اسے ''فزکس کا زیور'' (Jewel of Physics) قرار دیا۔

دوست: اب بس کریں میں خوب سمجھ گیا ہوں کہ یہ کوئی غیر معمولی میدان ہے اور لگتا ہے کہ آپ کا پسندیدہ بھی!

آصف: میں اس پر آپ کو گھنٹوں لیکچر دے سکتا ہوں یہ علیحدہ بات ہے کہ اکثر آپ کے سر کے اوپر سے ہی گذر جائے گا۔ اتنا کہہ دینا اس وقت کافی سمجھتا ہوں کہ میں جو ''ذروں کی کہانی'' بیان کر رہا ہوں وہ براہ راست اس میدان سے ہی متعلق ہے۔